41

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دلائل سے اسلام کو غالب کرنے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں

(فرمودہ 24 دسمبر 1948ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"پچھلے چند دنوں سے بعض دوستوں کی طرف سے ایک سوال ہوتا رہا ہے اور مَیں ایک حد تک اُس سوال کو ٹلانے کی کوشش کرتا رہا ہوں مگر اب چونکہ وہ سوال مختلف لوگوں کی طرف سے اور مختلف جگہوں سے لکھا گیا ہے اس لیے مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق مجھے چند باتیں کہہ دینی چاہییں۔ جہاں تک میرے گلے کا سوال ہے مجھے ابھی تک کھانسی کی تکلیف جاری ہے۔ اگرچہ پہلے کی نسبت اس ہفتہ آرام رہا ہے لیکن ابھی تک ایسا آرام نہیں آیا کہ گلے پر زیادہ دباؤ ڈالا جا سکے لیکن یہ بات ایسی نہیں کہ اس تکلیف کی وجہ سے مَیں اسے بیان نہ کروں۔ مصلحتاً مَیں اس کی زیادہ تشریح بھی نہیں کرنا چاہتا بلکہ صرف اُس حد تک بیان کروں گا کہ جو جانتے ہیں وہ جان جائیں اور جو لوگ نہیں جانتے اُن کے لیے یہ بات زیادہ پریشانی کا موجب نہ ہو۔

کچھ عرصہ سے شہر کراچی جماعت کے لیے فتنہ کا موجب بنا ہوا ہے۔ بعض لوگ کراچی میں

اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں کہ جو جماعت کے شیرازہ کو پراگندہ کرنے کا موجب ہوسکتی ہیں اور زیادہ تر اُن کے اعتراضات احمدیت کو چھوڑ کر خلافت اور خصوصاً خلیفہ پر ہوتے ہیں اور ایک عرصہ سے ایک ایک کر کے جماعت کے دوستوں نے مجھے اِس طرف توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کے پروپیگنڈا کو کسی نہ کسی طرح روکنا چاہیے اور ایسے لوگوں کو جماعت سے خارج کر دینا چاہیے۔ مَیں اس بات کو دیر سے ٹلاتا رہا ہوں اور اس کی بعض وجوہ ہیں لیکن اب چونکہ یہ سوال مختلف لوگوں کی طرف سے اور مختلف جگہوں سے آ رہا ہے اس لیے مَیں چاہتا ہوں کہ اس کے متعلق اپنے خیالات لوگوں کو بتا دوں۔

پہلی چیز جو مجھے اس بات پر آمادہ کرتی رہی ہے کہ مَیں اس امر پر کسی قسم کا نوٹس نہ لوں وہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے کہا ہے کہ اس بات سے چونکہ فتنہ کا اندیشہ ہے اس لیے ایسے لوگوں کو جماعت سے خارج کر دینا چاہیے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض وقت اس قسم کے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے فتنے پیدا کیے اور ہم نے انہیں جماعت سے خارج کر دیا۔ بلکہ درحقیقت انہیں خارج کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جو لوگ اِس قسم کا کام کرتے ہیں وہ آپ ہی آپ جماعت سے نکل جاتے ہیں۔ ہمارا کام صرف اتنا ہی تھا کہ ہم بتا دیتے کہ فلاں آدمی جماعت سے نکل گیا ہے لیکن بہرحال ایسے الفاظ محکموں کی طرف سے بولے جاتے رہے ہیں کہ فلاں آدمی کو جماعت سے خارج کر دیا گیا ہے۔ گو حقیقتاً وہ اپنے ہی عمل سے جماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔ احمدیہ جماعت کے پاس کوئی حکومت نہیں کہ اس میں خیالات کا اختلاف اس حد تک جائز ہو جو تضاد کی صورت اختیار کر جائے بلکہ یہ ایک مذہب ہے اس میں اختلاف صرف ایک حد تک جائز ہے اور جب اختلاف اس حد سے بڑھ جائے تو وہ ناجائز ہو جاتا ہے۔ جب کوئی آدمی اس حد سے گزر جاتا ہے تو وہ اپنے عمل سے آپ ہی جماعت سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیتا ہے۔ پس درحقیقت اس اعلان کی ضرورت نہیں ہوتی مگر بعض دفعہ ایسے اعلان کیے گئے اور ان لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ دوسرے لوگوں کو ہم سے متنفر کرنے اور ہمارے اثر سے نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ بات تو جھوٹی ہے لیکن پھر بھی بعض کمزور لوگ خیال کرتے تھے کہ اگر ایسے لوگوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا جاتا تو ان کے لیے زیادہ سہولت پیدا ہو جاتی اور وہ اپنے خیالات کو زیادہ آسانی کے ساتھ لوگوں میں پھیلا سکتے۔ پس اس خیال کے ماتحت مَیں نے سوچا کہ اس دفعہ ایسے لوگوں کے خلاف مَیں کسی قسم کا قدم نہ اٹھاؤں بلکہ انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور جو کچھ وہ

کررہے ہیں کرتے چلے جائیں۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے منشا کے ماتحت وہ کام کررہے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ان کے لیے اس کام میں کامیابی مقدر کی ہوئی ہے تو وہ میرے روکنے سے بھی نہیں رک سکتے۔ لیکن اگر انہیں اس کام میں کامیابی حاصل ہونا ممکن نہیں اور خدا تعالیٰ نے یہ مقدر کیا ہوا ہے کہ وہ اس کام میں ناکام ہوں گے تو پھر اس اعلان سے یہ خدائی فعل مشتبہ ہو جائے گا اور وہ لوگ کہہ سکیں گے کہ اگر ہم کامیاب نہیں ہوئے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو ہم سے ملنے جلنے نہیں دیا گیا اور انہیں ہماری باتیں سننے سے منع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اگر ایسا اعلان نہ کیا جائے تو یہ بات مشتبہ نہ ہوگی اور بغیر اس کے کہ مَیں انہیں روکوں وہ آپ ہی آپ ناکام ہو جائیں گے اور مجھے ان کے خلاف کوئی کوشش اور جدوجہد کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس لیے مَیں نے پہلے طریقِ عمل کے خلاف اِس دفعہ دوسری شق کو لے لیا ہے۔ یعنی بجائے اِس کے کہ مَیں جماعت کو اُن سے ملنے جلنے سے روکوں یا ان کے جماعت سے الگ ہو جانے کا اعلان کروں مَیں نے اُنہیں کُھلا چھوڑ دیا ہے تا وہ جو چاہیں کریں اور جس طرح چاہیں کریں۔ اگر ان کے لیے کامیابی حاصل کرنا مقدر نہیں تو وہ آپ ہی آپ ناکام ہو جائیں گے اور ساتھ ہی کسی قسم کا اشتباہ باقی نہیں رہے گا۔

خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جو نبی اُس کی طرف سے شریعت لے کر آتے ہیں اُنہیں لڑائی بھی کرنی پڑتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لڑائی کرنی پڑی یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑائی کرنی پڑی۔ مگر ان کی کامیابی پر مختلف لوگوں نے اعتراضات کیے کہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ سے کامیابی حاصل کی ہے دلائل کے ذریعہ سے انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ جب ان پر ایسے اعتراضات کیے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ اُن کے آخری زمانہ میں اپنے مامور کو بغیر تلوار کے بھیج دیتا ہے جسے لڑائی نہیں کرنی پڑتی تا وہ بغیر تلوار کے اور دلائل کے ساتھ اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب کرے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [1] یعنی مسیح موعود اسلام کو دلائل سے دوسرے تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔ تب لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اس مذہب کے پہلے بانی نے اگر تلوار کے ذریعہ سے غلبہ حاصل کر لیا تھا تو یہ تو تلوار نہیں لایا۔ اگر پہلا نبی تلوار کے ذریعہ غالب ہوا تھا تو چاہیے تھا یہ بھی تلوار لاتا لیکن یہ تلوار نہیں لایا۔ اور اگر یہ بغیر تلوار کے غالب آسکتا ہے تو پہلا کیوں بغیر تلوار کے غالب نہیں آسکتا تھا؟ اس طرح وہ شبہ جو پہلے نبی پر لڑائی کی وجہ سے پیدا ہو جاتا تھا دور ہو جاتا ہے۔

پس مَیں سمجھتا ہوں کہ پہلے جو شبہ پیدا ہو گیا تھا یعنی لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے جماعت سے اخراج کے اعلان اور اس سے دوسرے لوگوں کو ملنے جلنے سے منع کر دینے کی وجہ سے وہ اپنے خیالات کو پھیلا نہیں سکے اس شبہ کا ازالہ اس صورت میں ہی ہو سکتا ہے کہ اب ایسے شخص کو کھلا چھوڑ دیا جائے۔ اس کا جو جی چاہے کرے اور جس طرح چاہے کوشش کرے۔ میٹنگیں کرے اور مجلسیں کرے۔ لوگ اُس کی مجلسوں میں جائیں اور اُس کی باتیں سنیں۔ اور وہ اپنے خیالات کو لوگوں میں پھیلائے اور پھر دیکھا جائے کہ وہ کامیاب ہوتا ہے یا مَیں کامیاب ہوتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر سب سے زیادہ جو سوال اٹھا تھا وہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت مجھے ایک دلیل سمجھائی اور اُسی کی وجہ سے ہم غالب رہے اور جو دشمن تھے اُن کے دانت کھٹے ہو گئے۔ اور وہ دلیل یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ پر مختلف لوگ آئے اور انہوں نے کہا آپ جھوٹے ہیں اور ہم سچے ہیں اور چونکہ جھوٹے سچے کے مقابلے میں اُس کی زندگی میں مر جاتے ہیں اس لیے آپ ہماری زندگی میں ہی مر جائیں گے۔ اور ہم چونکہ سچے ہیں اس لیے لمبی عمر پائیں گے۔ اس کے بعد ایسے واقعات پیش آئے کہ وہ مر گئے اور آپ زندہ رہے۔ اب کہنے والوں کے دلوں میں یہ شبہ پڑ سکتا تھا کہ یہ اتفاق کی بات ہے کہ آپ زندہ رہے اور آپ کے مخالف مر گئے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے ایک مخالف شخص کے منہ سے یہ بات نکلوا دی کہ سچا مرا کرتا ہے اور جھوٹا اُس کے مقابلہ میں زندہ رہا کرتا ہے۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے اور وہ زندہ رہا۔ اب اس تقابل نے ظاہر کر دیا کہ یہ خدائی فعل تھا اتفاقی امر نہیں تھا۔ اِس طرح ایک وقت میں تدبیر اختیار کر کے ہم نے دشمن کے مقابلہ میں فتح حاصل کی لیکن جب دشمن نے یہ اعتراض کیا کہ تدبیر اور جتھا کی وجہ سے تم غالب آئے ہو تو ہم نے دوسرا طریق اختیار کیا کہ اچھا تم تدبیر اختیار کر لو اور پھر اس کا نتیجہ دیکھ لو۔

اصل بات یہ ہے کہ وہ شخص جو اس منصوبہ کا بانی ہے اُس کے متعلق چار سال ہوئے جبکہ وہ دہلی میں تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں بتایا تھا کہ وہ مرتد ہو جائے گا۔ مَیں نے اس رؤیا کو بعض لوگوں پر ظاہر بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کا ایک سالا دہلی سے میرے پاس آیا تو مَیں نے اُس سے پوچھا کہ بتاؤ تمہارے بہنوئی کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا وہی حالت ہے جو عام طور پر ہوتی ہے یعنی کسی سے

کبھی لڑائی ہوگئی یا جھگڑا ہوگیا اور تو کوئی بات نہیں۔ مَیں نے اُسے کہا کہ مَیں نے اس کے متعلق یہ رؤیا دیکھا ہے اور اس کے متعلق ڈر رہا ہوں کہ کہیں اُس کے لیے کوئی ٹھوکر والی بات پیدا نہ ہوجائے۔ اس چار سال کے عرصہ میں اُسے کئی مواقع اپنے اخلاص کو ظاہر کرنے کے ملے اور بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ وہ اخلاص میں بڑھتا چلا جائے گا اور دین میں ترقی کر جائے گا۔ اگر اُسے ٹھوکر نہ لگتی تو میرے لیے یہ امر پریشانی کا موجب ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے متعلق مجھے کہا تھا کہ وہ مرتد ہوجائے گا۔ پس اُس کا مرتد ہوجانا میرے لیے تعجب کی بات نہیں۔ میرے لیے تعجب کی بات اُس وقت ہوتی جب وہ مرتد نہ ہوتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ نادم اور ذلیل ہوگا۔ اس لیے مَیں سمجھتا ہوں کہ اس پیشگوئی میں بھی خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور اسے مشتبہ نہیں کرنا چاہیے۔

مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ وہ میرے پاس آیا ہے اور معافی مانگ رہا ہے اور اس نے صرف معافی ہی نہیں مانگی بلکہ وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے جیسے وہ زبردستی معافی لینا چاہتا ہے۔ آخر مَیں نے اُسے کہہ دیا کہ جاؤ مَیں نے معافی دے دی۔ پھر اُس نے کہا کہ میرے گھر بھی چلو تا میری بیوی کی بھی دلجوئی ہوجائے۔ اب مجھے یاد نہیں کہ مَیں نے اس کا کیا جواب دیا۔ یہ چیز بتاتی ہے کہ اُسے ایک دن ندامت ہوگی۔ وہ کب ہوگی اور کس وقت ہوگی یہ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ اسے ندامت ہوئی ہے خواہ وہ موت کے وقت کی ہی ندامت کیوں نہ ہو جیسے فرعون کی ندامت۔

بہرحال مَیں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ندامت کب ہوگی مگر اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ وہ شکست کھائے گا کیونکہ اگر وہ جیت جائے تو پھر ندامت نہیں ہوسکتی۔ یہ خواب ظاہر کرتی ہے کہ وہ موت کے وقت یا زندگی میں ہی ضرور نادم ہوگا۔ کہا جاسکتا ہے کہ موت کے وقت کی ندامت کا پتہ کیسے لگ سکتا ہے جیسے مولوی محمد حسین صاحب کے متعلق کہا گیا کہ مرتے ہوئے ندامت کے اظہار کا دعوٰی تو ہر شخص کرسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ندامت کا اظہار وہی کرسکتا ہے جسے شکست ہو۔ پس جب کسی کے موت کے وقت توبہ کرنے کی خبر دی جاتی ہے تو اس کے ساتھ ہی ضمنی دعوٰی یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ شخص اپنی مخالفت میں ناکام رہے گا۔ اگر وہ فی الواقع ناکام رہے تو موت کے وقت تو یہ ایک طبعی امر ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر وہ ناکام نہ ہو تو توبہ کا دعوٰی کرنے والا ایک غیر معقول دعوٰی کرتا ہے جسے ردّ کیا جائے گا۔ پس اس پیشگوئی میں اس شخص کے ہارنے کی پیشگوئی شامل ہوتی ہے اور ہارنا دل کی بات

نہیں بلکہ ظاہر امر ہے اور بظاہر پورا ہو کر باطنی دعوٰی کی بھی تصدیق کر دیتا ہے۔ پس اس پیشگوئی کو مبہم نہیں کہا جا سکتا۔ میری اس خواب میں بھی ایسی ہی خبر ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ خواب ایک بے ثبوت بات کو پیش کرتی ہے کیونکہ اس میں اس معترض کے ہارنے کی بہرحال خبر موجود ہے اور اگر یہ بات پوری ہوئی اور ضرور پوری ہو گی تو اگر اسے توبہ کی زندگی ہی میسر نہ ہوئی تو ضرور موت کے وقت اُسے شرمندگی اور ندامت ہو گی جس طرح فرعون کو ہوئی اور زندگی کی شکست موت کی توبہ کی دلیل ہو گی۔ غرض توبہ تو ایک ضمنی چیز ہے مگر یہ یقینی اور قطعی ہے کہ وہ ناکام رہے گا اور شکست کھائے گا اور اپنی اس شکست کو اپنی زندگی میں دیکھ لے گا۔ پس اِس وجہ سے بھی مَیں نے سمجھا کہ مَیں اس میں دخل دے کر خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کو مشتبہ نہ کر دوں۔

یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے مَیں خاموش رہا ہوں اور مَیں مجبور ہوں۔ مَیں نے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ مَیں اِس سلسلہ میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ وہ جس طرح چاہے کرے اور جو چاہے کرے خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ذلیل ہو گا اور مَیں اِس پیشگوئی کو اپنی تدبیر سے مشتبہ نہیں کرنا چاہتا۔ ہاں ایک صورت ہے کہ اگر وہ شخص اور اُس کے ساتھی کوئی ایسا دعوٰی کریں جس کی وجہ سے میری خاموشی لوگوں کے لیے ٹھوکر کا موجب بننے لگے تو پھر حالات کی مجبوری کی وجہ سے اس شخص اور اس کے ساتھیوں کے جماعت سے خارج ہونے کا اعلان کرنا پڑے گا۔

اس کے بعد مَیں دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے اختر صاحب کی لڑکی فوت ہو گئی ہے نماز جمعہ کے بعد مَیں اُس کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ اختر صاحب کے لیے یہ دوسرا واقعہ ہے۔ اُن کی ایک لڑکی پہلے بھی بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے فوت ہو گئی ہے اور اب یہ لڑکی بھی بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے فوت ہوئی ہے۔ اس کی جسمانی وجوہات بھی ہو سکتی ہیں اور یونانی اطباء اسے بیماری تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کی روحانی وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔ بسا اوقات صرف جسمانی وجوہ ہی ہوتی ہیں لیکن مومن کو چاہیے کہ وہ ہر حالت میں اپنی اصلاح کی طرف توجہ رکھے۔ ایک واقعہ لکھا ہے کہ کوئی بزرگ کہیں جا رہے تھے کہ اُن کا گھوڑا ایک جگہ پر رُک گیا۔ اِس پر وہ استغفار کرنے لگے۔ اُن سے کسی نے پوچھا آپ گھوڑے کے رُک جانے پر استغفار کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا گھوڑا میری ملکیت ہے اگر وہ چیز جو میری ملکیت ہے میرے سامنے رُکتی ہے اور میری اطاعت نہیں کرتی تو مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں نے بھی اپنے

مالک کے سامنے اُس کی اطاعت سے انکار کیا ہوگا۔اس لیے مَیں استغفار کر رہا ہوں پس بسا اوقات ایسی تکالیف کسی روحانی کمزوری کی وجہ سے بھی ہوتی ہیں۔اس لیے مومن کو استغفار اور توبہ کرنی چاہیے اور خدا تعالیٰ کے سامنے جھکنا چاہیے۔اُس کی کمزوریاں اس کے لیے کسی تکلیف کا موجب نہ بن جائیں۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ ایسا ہمیشہ روحانی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ جسمانی طور پر بھی ہوسکتا ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے فوت ہو گئے تھے اور لڑکیاں زندہ رہی تھیں اور پھر لڑکیوں کی قریبی اولاد بھی تھوڑی ہی تھی۔ایک لڑکی کی اولاد کے متعلق تو شبہ ہے کہ اُس کی اولاد تھی بھی یا نہیں۔یعنی حضرت عثمانؓ کی نسل حضرت زینبؓ سے چلی ہے یا نہیں۔تواریخ میں اِس امر کے متعلق شبہ ہے۔قرینِ قیاس یہی ہے کہ اُن کی اولاد زندہ رہی لیکن وہ ایسی حالت سے گزری جس کے متعلق شبہات پیدا ہوگئے۔ ہاں حضرت فاطمہؓ کی اولاد چلی اور کچھ عرصہ بعد کثرت سے چلی اور اب تو وہ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔اس کا انکار نہ کوئی کرسکتا ہے اور نہ کسی نے کیا ہے۔ پس میرا یہ مطلب نہیں کہ ایسا صرف روحانی کمزوریوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔بعض دفعہ حوادث کی وجہ سے بھی ایسا ہوجاتا ہے لیکن پھر بھی مومن کو توبہ اور انابت الی اللہ سے کام لینا چاہیے، خدا تعالیٰ کے سامنے جھکنا چاہیے اور دعا کرنی چاہیے کہ اگر یہ کسی کوتاہی اور کمزوری کی وجہ سے ہو رہا ہے تو خدا تعالیٰ اسے دور کرے تا ساتھ ہی ساتھ اس کی کمزوریوں کا ازالہ بھی ہوتا چلا جائے"۔

(الفضل 25 مارچ 1949ء)

---

1 : الصفّ:10